© rasailojaraid.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

فہم قرآن

جس طرح کسی شخص کے اعضاءِ رئیسہ میں فتور پیدا جاتا ہے تو اُس سے تمام جسم متاثر ہوتا ہے۔ معدہ وجگر بیمار ہوتے ہیں تو مریض کا مزاج، عادات وخصائل، چہرہ کا رنگ، جسم کی موزونیت یہ سب چیزیں بدل جاتی ہیں۔ دماغ کا توازن خراب اور طبیعت میں ایک خاص قسم کا چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے ٹھیک یہی حال قوموں اور جماعتوں کا ہے۔ کسی قوم کے اربابِ علم وفضل اُس قوم کے لیے قلب وجگر کی حیثیت رکھتے ہیں پس ظاہر ہے اگر یہ تندرست اور قوی ہیں، تو قوم کے افراد میں بھی صحت وتندرستی کے آثار پائے جائینگے لیکن اگر بدنصیبی سے ان لوگوں کا ہی حال سقیم ہے، خود ان کے دماغ کا توازن بگڑ گیا ہے، اور خود ان میں آپس میں یکجہتی وہم خیالی، ہم مقصدی وہم آہنگی نہیں ہے، تو پھر غریب افراد کا پوچھنا ہی کیا۔ وہ اگر ریگ کے ذروں کی طرح پریشان ہیں، تو کوئی جائے استعجاب نہیں۔ اور اگر اُن کا "خاکسترِ قومیت" دوشِ ہوا پر جہالت ونادانی کے تیرہ وتار بیابانوں میں آوارہ پھر رہا ہے تو اُس پر کوئی حیرت نہیں۔

آہ! کیونکر کہیے کہ آج مسلمانوں کی قوم کا حال بھی یہی ہے۔ جماعت جس چیز سے جماعت بنتی ہے یعنی احساس مرکزیت وہ سراسر ان میں مفقود ہے۔ ہر شخص ایک نئے خیال کا پابند اور ہر مسلمان ایک منفی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبہ و آہنگ سے ہم کنار ہے۔ ایک مرض ہو تو اُس کی شکایت کیجیے، زخم ایک ہو تو اُس کے لیے تدبیر چارہ گری کیجا سکتی ہے، جب جسم ہمہ تن داغ بن گیا ہو تو پنبہ و مرہم کہاں کہاں رکھا جائے۔ داماں وجیب اگر کہیں سے پھٹ گئے ہیں تو اُنہیں ریا جا سکتا ہے لیکن اگر دستِ وحشت نے اُن کو تار تار کر دیا ہے تو پھر کیوں کسی کا احسان سوزن کاری و منتِ بخیہ گری اُٹھائیے۔ کہ یہ سب تدبیریں اور چارہ سازیاں لاکھ کوششوں کے بعد بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتیں۔

ہر جماعت کی روح رواں اُس کا مرکز ہوتا ہے۔ جب تک اُس قوم کے افراد میں مرکزی وابستگی پائی جائیگی اُن کی روح سرسبز و شاداب رہیگی۔ اور جتنا جتنا اس وابستگی میں اضمحلال پیدا ہوتا جائیگا، اُن کی قومیت بھی مضمحل، کمزور اور ازکار رفتہ ہوتی رہیگی۔ یہاں تک کہ اگر یہ احساسِ مرکزیت بالکل ناپید ہو جائے تو پھر وہ جماعت جماعت نہیں رہتی اُس کے افراد تسبیح کے ٹوٹے ہوئے دانوں کی طرح منتشر، اور گریبانِ عاشق کی مانند پراگندہ و متفرق ہو جاتے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کی دنیا الگ، ہر ایک کا مرکزِ خیال جدا، اور ہر ایک کا کعبۂ مقصود نیا ہوتا ہے۔ اُن میں جماعتی وحدت مفقود ہو جاتی ہے۔ اور انفرادی تشتتِ خیال، ان کے نظامِ جماعت کے شیرازہ کو پریشان کر کے رکھ دیتا ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن مجید کی زبانِ حق ترجمان نے اس طرح بیان کیا ہے:-

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اللہ اور اُس کے رسول کا کہا مانو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ایسا کروگے تو تمہاری طاقت سست پڑ جائیگی اور ہوا اُکھڑ جائیگی اور جیسی کچھ بھی مشکلیں مصیبتیں پیش آئیں، تم صبر کرو، اللہ انکا ساتھی ہے جو صبر

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اگر تم نے اپنے مرکز (اطاعت اللہ و رسولہ) سے انحراف اختیار کیا تو پامال ہو جاؤ گے، تمہاری قومی عظمت و سطوت کا قصر رفیع دم سے زمین پر آرہیگا، اور دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومیں تمہیں ایک لقمۂ تر سمجھ کر ہضم کر جانے کی کوشش کرینگی۔ پھر فرمایا گیا کہ اگر کسی بات پر تم کو کسی سے اختلاف بھی ہو تو اس پر صبر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اختلاف کے چند شعلوں کو فرطِ عناد و بغض کے دامن سے ہوا دے کر بن کی آگ بنا دو اور وہ تمہاری قومیت کے جسم و روح کو از فرق تا بقدم بھسم کر کے رکھدے۔

مسلمانوں کا مرکز کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ مسلمانوں کا مرکز ایک اور صرف ایک ہی ہے، اور وہ قرآن ہے، اُن کی تمام عبادات، معاملات، معاشرت، تمدن، تہذیب اور اُن کے تمام اجتماعی اور اقتصادی نظام سب اسی ایک مرکز سے وابستہ اور اسی ایک رشتہ سے منسلک ہیں۔ ان کی تمام اخلاقی اور روحانی برتریوں اور برزگیوں کا دار و مدار صرف اسی ایک کتاب مبین کے تعامل پر ہے۔ انہوں نے اس کی قیادت میں جب کبھی کسی جانب رُخ کیا۔ دشمنوں کی صفیں کی صفیں جو پہاڑ کی طرح مضبوط تھیں دم کے دم میں اُلٹ گئیں اور کفر و شرک کے مضبوط قلعے سرنگوں و مفتوح ہوکر حق و صداقت کا پرچم اُڑانے لگے۔ اُنہوں نے قرآن کی مشعل کو ہاتھ میں لیے ہوئے جس کسی وادیِ پر ظلمت کی جانب اپنے عربی النسل گھوڑوں کی باگیں موڑیں تردد و تذبذب اور شک و شبہ کی تاریکیاں خود بخود چھٹتی چلی گئیں، اور پھر وہاں ایمان و ایقان کے آفتاب جہانتاب نے اس شان سے طلوع کیا کہ ع عالم تمام مطلع انوار ہوگیا۔

لیکن جب سے دنیا کے جھمیلوں میں پڑکر اُن کو قرآنِ حکیم سے بعد ہونا شروع ہوا، اُن کی روح قومیت بھی درماندہ ہونے لگی، اور آج اُس کے جو نتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اُن کے ماتم میں دیدہ و دل سے جتنا بھی دجلۂ خون بہے کم، اور جس قدر بھی آہ و فغاں کے شرارے لب و دہن سے بلند ہوں تھوڑے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کی مرکزیت سے تو کس مسلمان کو انکار ہو گا، مگر مشکل یہ ہے کہ خود قرآن مجید کے فہم سے متعلق اب اس قدر زاویہائے نگاہ پیدا ہو گئے ہیں کہ اُن کی موجودگی میں محض مرکزیت کا اعتراف مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کو اسوۂ حسنہ ماننے کے باوجود مسلمانوں میں پراگندگی خیال، تشتت اعمال، اور انتشار حسیات و جذبات کی وبا عام ہو رہی ہے اور یہی وہ انتشار وافتراق ہے جو اُن کو ایک مرکز پر جمع نہیں ہونے دیتا۔

آج کل قرآن مجید کے فہم کی نسبت دو اہم خیال پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر ہم اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں اور اُن دونوں خیالوں کا تجزیہ کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں تک درست اور کس حد تک قابل قبول ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج کل ان دونوں نظریوں کی تبلیغ بڑی شد و مد کے ساتھ کی جا رہی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اسلام کی تمام بھلائیوں کا دار و مدار اور مسلمانوں کی نجات کا تمام تر انحصار اپنے ہی خاص زاویۂ نگاہ کی نشر و اشاعت پر سمجھ لیا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو ان خطرات سے آگاہ کر دیا جائے، اور اُن کے لیے جو خندقیں کھودی جا رہی ہیں اُن میں اوندھے مُنہ گرنے سے اُنہیں بچا لیا جائے۔

آپ نے اکثر بعض تعلیم یافتہ حضرات کی زبان سے سُنا ہو گا کہ قرآن مجید ہندوؤں کی آسمانی کتابوں کی طرح مشکل، پیچیدہ، ادق اور ناقابل فہم کتاب نہیں ہے جس کا علم و فہم، اور جس کے معانی کا ادراک صرف برہمنوں اور پنڈتوں تک محدود رہتا ہے، بلکہ وہ ایک آسان کتاب ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور جس کے معانی کا ادراک ہر اُس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو کسی زبان کا بھی تھوڑا بہت علم رکھتا ہے۔ ان حضرات کا یہ فرمانا بجا اور درست ہے۔ اور وہ کیا خود قرآن مجید نے اپنے آسان ہونے کا اعلان کیا ہے:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ ہم نے قرآن مجید کو ذکر کے لیے آسان کر دیا۔

لیکن اس خیال پر جن نتائج کی بنیاد رکھی جاتی ہے، ان کے پیش نظر ہم ان حضرات سے بھی وہی کہہ سکتے ہیں جو حضرت علی نے خوارج کے جواب میں فرمایا تھا۔ خوارج تحکیم کے خلاف تھے اور اپنے استدلال میں قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یعنی حکم تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے، علیؓ اور معاویہؓ کو یہ حق ہے کہ غیر اللہ کو اپنے معاملات کے لیے حکم بنائیں" حضرت علیؓ نے یہ سنا تو فرمایا:۔

کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِہَا الْبَاطِلُ یہ کلمہ حق ہے۔ مگر اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح جو لوگ قرآن کے آسان ہونے کی رٹ لگا رہے ہیں۔ ان کے الفاظ اگرچہ درست ہیں اور کسی مسلمان کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن اگر ذرا اس ادعا کی گہرائیوں میں جائیے تو صاف معلوم ہوگا کہ ان حضرات کا مقصد دعوتِ حق نہیں بلکہ ان کے چند خاص اغراض و مقاصد ہیں جن کی تکمیل وہ اس دعوے کی آڑ میں کرنی چاہتے ہیں۔ وہ قرآن کے آسان ہونے کے جو معنی سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی باور کرانا چاہتے ہیں وہ ہرگز قرآن کی مراد نہیں ہیں۔ اور نہ وہ کسی صاحب انصاف کے نزدیک درخور پذیرائی ہو سکتے ہیں۔

یہ حضرات قرآن کے آسان ہونے سے حسب ذیل نتائج نکالتے ہیں:۔

(۱) قرآن کے معنی سمجھنے کے لیے کسی خاص علم کا پڑھنا اور حاصل کرنا ضروری نہیں۔

(۲) قرآن سے احکام کا استنباط جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن مسعود کرتے تھے۔ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور ہم میں اور دوسرے ائمہ تفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۳) اب تک جو تفاسیر لکھی گئی ہیں بیکار ہیں، کیونکہ قرآن تو ایک آسان کتاب ہے اس کے فہم کے لیے کسی علم و راہنما کی ضرورت ہی نہیں۔ ہر شخص ترجمہ دیکھ کر اس کا مطلب خود بخود معلوم کر سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر انہی لوگوں میں اب ایک گروہ پیدا ہوا ہے جو ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہتا ہے :-

(۴) فہم قرآن کے لیے کسی حدیث کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن ایک مکمل سرچشمہ ہدایت ہے۔ اسلامی احکام کی تمام کلیات و جزئیات اُس میں بیان کردی گئی ہیں۔ اُن کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت ہے کہ احادیث کی روشنی میں قرآن مجید سے احکام مستنبط کیے جائیں۔

ہر نیا قول جو کسی زمانہ میں کہا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کا قائل اُسے بار بار دہراتا اور اُس پر اصرار شدید بھی کرتا ہے، اپنے عہد کے احوال اور گرد و پیش کی فضا سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اس بناء پر آئیے اصلی مسئلہ پر بحث و تمحیص کرنے سے قبل یہ معلوم کریں کہ اس طرح کا ادعا کب سے کیا جارہا ہے، اس کی تاریخ کیا ہے؟ اور اس میں اپنے زمانہ کے کن کن رجحانات و میلانات کا عکس نظر آتا ہے؟ ورنہ ظاہر ہے ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی یہ سوال کرسکتا ہے کہ اگر واقعی قرآن مجید ایسا ہی سہل ہے تو صحابہ کرام میں پھر آپ کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں بعض بعض آیات کا مفہوم متعین کرنے میں کیوں اختلاف ہوا، اور اس کی کیا وجہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت کو بھی بہت بہت دنوں میں ختم کرسکتے تھے۔ ائمہ کرام اور مفسرین عظام کیا معاذ اللہ عقل باختہ تھے کہ انہوں نے ایک آسان سی بات سمجھنے کے لیے عمریں کی عمریں صرف کردیں اور پھر بھی اُس کا قرار واقعی حق ادا نہیں کرسکے۔ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر آسانیٔ قرآن کا ادعاء بایں معنی درست ہے تو اب تک علماء نے جو خون پسینہ ایک کیا وہ سب فضول تھا، اور اگر یہ درست نہیں ہے تو پھر اس ادعاءِ جدید کا محرک و اصل سبب کیا ہے؟ اور کیوں اس کو بار بار شد و مد کے ساتھ دہرایا جارہا ہے؟

اصل یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر اپنے حاکمانہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبضہ کی گرفت مضبوط کرنی چاہی تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ہندوستان کی قومیں اور بالخصوص مسلمان کٹر قسم کے مذہبی لوگ ہیں۔ اور اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر انگریزوں کی ہر ایک چیز سے نفرت شدید کرتے ہیں اور اسی مذہبی جوش کے باعث ان میں جذبۂ جہاد (Fanaticism) بھی بدرجۂ اتم موجود ہے! انگریز ہندوستان کو فتح کر چکے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ مسلمان کا جذبۂ جہاد ایک شیر کی طرح ہے کہ جب تک وہ اپنی کچھار میں پڑا سوتا رہتا ہے کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا لیکن جب وہ بیدار ہو جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اُس کو ترساں و ہراساں نہیں کر سکتی۔ یہ خیال و اندیشہ تھا جس نے انگریز کو آتش زیر پا بنا رکھا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی ترکیب ایسی چلنی چاہیے کہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزیت کے خلاف جو جذبۂ نفرت بھرا ہوا ہے وہ جاتا رہے لیکن اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ مسلمان علمائے کرام کے زیر اثر تھے۔ اور وہ کسی حالت میں بھی انگریز کی طہارت کا فتویٰ دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ اب انہیں محسوس ہوا کہ اُن کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ علمائے کرام کا ہی وجود ہے۔ اور یہ ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں ہیں کہ آسانی سے کسی کے نقرئی یا زریں دامِ فریب میں آسکیں۔ اس بناء پر وہ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح علماء کا وقار ختم کر دیا جائے، اور مسلمانوں کے دل و دماغ پر اُنہوں نے جو استیلاء و تسلط جما رکھا ہے اُس کی گرفت کو ڈھیلا کر دیا جائے۔

یہ اس فکر میں تھے ہی کہ اُنہیں سر سیّد اور اُن کے بعض ہم خیال لوگ مل گئے جنہوں نے "تہذیب الاخلاق" کے نام سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا، اور اس میں اپنے مذہبی مضامین کے ذریعہ غریب علماء کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ سرے سے مذہب ہی کی بساط کہن اُلٹ کر رکھ دی۔ آپ سر سیّد کے مضامین پڑھیے، اُن کے ہم خیال شعراء کی نظمیں دیکھیے، آپ محسوس کرینگے کہ اُن میں کس آزادی کے ساتھ علماء کرام پر آوازے کسے گئے ہیں کیسی کیسی نادر اور نرالی پھبتیاں اُن پر چسپ کی گئی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لوگوں کو یقین تھا کہ محض سب وشتم سے کام نہیں چلتا اس لیے علماء کے وقار کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے ایک اور تدبیر اختیار کی جو شاید پہلی سے زیادہ کامیاب رہی ایک طرف تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ "الدین یسر" دین تو آسان ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی سہولت وآسانی کے مطابق اُس کو سمجھ سکتا اور اُس پر عمل کرسکتا ہے۔ اور دوسری طرف انہوں نے کہا کہ حضور خود فرما گئے ہیں۔ انتم اعلم بامور دنیاکم تم اپنی دنیا کی باتوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ پھر کبھی انہوں نے اعلان کیا کہ دین ہے ایسا کونسا پیچیدہ معمہ جس کے حل کرنے کے لیے ابو حنیفہ یا کسی غزالی و رازی کا دماغ وجانسوزی درکار ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماگئے ہیں۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ دَخَلَ الْجَنَّۃَ "جس کسی نے لا الٰہ کہہ دیا جنت میں داخل ہوگیا۔

یہ تھیں باتیں کہی گئیں: الفاظ کی حد تک سب درست تھیں لیکن ان الفاظ کے قالب پر معانی کا جو جامہ چڑھایا گیا، اسلامی تخیل کے نقش سے بالکل معرا اور سادہ تھا۔ اور اُس پر جگہ جگہ اغراض فاسدہ کے سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس طرح کی باتیں کہہ کہہ کر مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ دین اور قرآن کوئی مشکل چیز نہیں ہے۔ ہر شخص خواہ عربی کا عالم ہو یا نہو اُسے سمجھ سکتا ہے اور اُس کے احکام معلوم کرسکتا ہے۔ اس لیے علماء کا جو وصف مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے وہ ایک بے بنیاد چیز ہے۔ انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو علماءِ اسلام کی ایک جماعتِ حقّہ سے نفرت دلا کر کس اطمینانِ خاطر کے ساتھ ہندوستان پر حکومت کررہا ہے۔

دراصل یہ ہے تاریخ اس طرح کے پروپیگنڈے کی، اور جو کچھ یہ کہا جارہا ہے کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ ایک نوائے قدیم کی صدائے بازگشت ہے۔ جو کچھ دنوں کے لیے خاموش ہوگئی تھی، مگر اب بعض مصالح کی خاطر سیاست کے حُدی خواں نے پھر اس نغمۂ کارواں کو گانا شروع کردیا ہے۔

© rasailojaraid.com